www.KitaboSunnat.com

تاریخ وسیر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی

؎ فقر و شاہی واردات مصطفیٰ است
این تجلی ہائے ذات مصطفیٰ است (اقبال)

سلسلۂ انبیاء کی آخری کڑی انسان کامل حضرت محمد مصطفیٰ و مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے راہنمائی نہ ملتی ہو۔ اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

یعنی "تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ ہے" [1]

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عبادت اور زہد سے معاملاتِ حکومت تک کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس میں آپؐ کی طرف سے ہدایت نہ ملتی ہو۔ لیکن اس مختصر مضمون میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی سے متعلق چند باتیں تحریر کی گئی ہیں۔ آج کل کی اس مادی دنیا میں ہر ایک آدمی حریص ہے اور مالدار اور کروڑ پتی ہونے کے باوجود ھل من مزید کی صدا لگا رہا ہے۔ اسی طرح فقیر بھی قوت لایموت پر قانع نہیں ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرات کی حالت یہ تھی ؎

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا [2]

[1] قرآن مجید۔ سورۃ الاحزاب۔ آیت نمبر ۲۱ [2] بانگ درا۔ علامہ محمد اقبال۔ خطاب بہ جوانان مسلم ص ۱۸۳ (شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کی خودداری اس درجے پر تھی تو خود آنحضورﷺ کا کیا عالم ہوگا۔ آپؐ نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی اس میں معاشی استحکام نہیں تھا۔ غریب لوگوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی جو بعض اوقات حالات کے ہاتھوں تنگ آکر درختوں کے پتے اور سوکھا چمڑا تک کھانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ شعب ابی طالب میں آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر جو حالات گذرے وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ غرباء کے بالمقابل امراء عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے وہ سودی کاروبار کرتے تھے۔ شراب نوشی اور جوا عام تھا۔ رقص و سرور کی محفلیں عام منعقد ہوتی تھیں۔ حلال وحرام کی کوئی تمیز نہ تھی۔ چوری اور ڈکیتی عام تھی عورتوں کی حیثیت حیوانات کی سی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ جس طرح بیل ذریعہ زراعت ہیں، اسی طرح عورت ذریعہ تسکینِ شہوت اور بس۔ اولاد کو خرچ کے ڈر سے قتل کر دیتے اور لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ غلامی کا رواج عام تھا مگر غلاموں کے کوئی حقوق نہ تھے بلکہ ان سے ہر قسم کا ظلم وستم روا رکھا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں اس دور کے حالات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ [۲]

"لوگوں کے کرتوت سے خشکی وتری میں بلائیں پھیلی پڑی ہیں۔"

زندگی مسائل سے عبارت ہے اور ان مسائل میں معاشی مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو کہ ہر دور میں اہمیت کا حامل رہا ہے اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض اوقات معیشت کی تنگی کی وجہ سے انسان دین کا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا" [۳] یعنی ممکن ہے کہ محتاجی انسان کو کفر تک پہنچا دے!

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو یتیم تھے پھر والدہ کا ساتھ بھی زیادہ دیر تک نہیں رہا اور وہ بھی بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئیں۔ ان کی وفات کے بعد آپؐ کو آپؐ کے دادا نے لے لیا اور نہایت محبت سے پرورش شروع کی لیکن کچھ عرصہ بعد

۱؎ الروض الأنف فی تفسیر السیرۃ النبویہ لابن ہشام از ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی ج نمبر ۲، ص ۱۲۷

۲؎ قرآن مجید۔ سورۃ الروم آیت نمبر ۴۱۔

۳؎ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۹ کتب خانہ اصح المطابع۔ دہلی۔ (ولی الدین ابوعبداللہ الخطیب)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہ بھی فوت ہو گئے تو پرورش کی ذمہ داری آپؐ کے چچا جناب ابو طالب نے لے لی۔ بعض روایات کے مطابق عبدالمطلب نے ابو طالب کو حضورؐ کی پرورش کے متعلق وصیت کی تھی۔ ابو طالب بھی دیگر امرائے قریش کی طرح تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک بار جب انہوں نے شام کی طرف تجارت کا قصد کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ساتھ جانے کا اشتیاق ظاہر فرمایا جس پر وہ آپؐ کو بھی ساتھ لے گئے۔ اسی سفر میں ایک پڑاؤ پر بحیرا نامی ایک راہب نے آپؐ کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ آپؐ نبی ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں آخری نبی کی علامتیں لکھی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے آپؐ کے چچا کو آپؐ کے پاس سے جانے کا مشورہ دیا[۱]

آپؐ نے بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں قیام کے دوران اور بعد میں نبوت سے قبل اہل مکہ کی بکریاں بھی چرائیں۔ اور یہ بات رسول اللہؐ نے دورِ نبوت میں خود بیان فرمائی اور ذرا شرم محسوس نہ کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا[۲]

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ

جب آپؐ نے جوانی میں قدم رکھا تو آپؐ نے لوگوں کے مال سے تجارت کرنا شروع کر دی۔ تجارت آپؐ کا آبائی پیشہ تھا۔ بعض تو قریش کی وجہ تسمیہ بھی ان کی تجارت ہی کو قرار دیتے ہیں لفظ قریش قرش، التقرش سے ماخوذ ہے جس کے معنی کمانے کے ہیں[۳] اور قبیلہ قریش میں جس شخص نے تجارت میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی اور روم و ایران اور دیگر ممالک کے ساتھ تجارتی معاہدے کئے وہ ہاشم تھا[۴]

عرب میں اس دور میں یہ رواج تھا کہ لوگ کسی دیانت دار آدمی کو اپنے ساتھ ملا لیتے اور یہ شرط ہوتی کہ وہ ان کا مال لے کر باہر جائے اور نفع میں شریک ہو گویا یہ ایک تجارتی ایجنسی

۱۔ سیرت ابن ہشام مع الروض الأنف ج نمبر ۱۔ ص ۱۸۱ (مکتبہ فاروقی ملتان)

۲۔ الجامع الصحیح للبخاری از ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ج نمبر ۱۔ ص ۳۰۱ (نور محمد کتب خانہ کراچی)

۳۔ الزمخشری۔ ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر زمخشری۔ تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوہ التأویل۔ سورۃ قریش ج نمبر ۳، ص ۳۶۲ (مکتبہ مصطفی البابی مصر) ؛ محمد عبداللہ اثیر الدین محمد بن یوسف اندلسی۔ تفسیر البحر المحیط ج نمبر ۸، ص ۵۱۳ (مکتبہ مطابع النصر الحدیثہ) مصر۔

۴۔ آلوسی از محمود آلوسی۔ تفسیر روح المعانی ج نمبر ۱، ص ۵۱۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی شکل تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیانت اور امانت کا شہرہ بہت ہو چکا تھا اس لئے آپ کو لوگوں کے پاس جانے کی ضرورت نہ پڑتی بلکہ لوگ خود اپنا مال لاکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کرتے۔ زیادہ نفع اور دیانت و امانت کی بناء پر لوگوں کا رجحان آپؐ کی طرف بہت بڑھ گیا جو لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریکِ سفر ہوتے وہ آپؐ کی بہت تعریف کرتے۔ ابتداء میں آپؐ نے حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء اور حضرت قیس بن سائب کے ساتھ مل کر کام کیا۔ حضرت قیسؓ نے خود بیان کیا کہ آپؐ دیانت داری میں بے مثال تھے۔ ان سے لین دین کے معاملہ میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ ایک دفعہ عبداللہ بن ابی الحمساء نے آپؐ سے کوئی معاملہ کیا اور کہا کہ میرے آنے تک آپؐ ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور اپنے کام میں اس حد تک مشغول ہوئے کہ اپنی بات بھول گئے جبکہ آپؐ وہیں رہے اور آپؐ نے وعدہ پورا کرنے کے لئے تین دن تک وہاں قیام فرمایا وہ تین دن کے بعد آئے تو بہت شرمندہ ہوئے آپؐ نے فرمایا:

لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ اَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ[1]

یعنیؐ آپ نے مجھے تکلیف دی ہے میں تین دن سے یہاں پر ہوں[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیانت اور شرافت کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ نے جو قبیلہ قریش کی ایک مشہور بیوہ خاتون تھیں[2] اپنا تجارتی سامان دے کر شام بھیجا اور دوگنا نفع طے کیا اور اپنے غلام میسرہ کو ساتھ بھیج دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سامان کو بہت زیادہ نفع کے ساتھ نہایت دیانتداری سے فروخت کیا۔ میسرہ نے اس سفر کے تمام حالات حضرت خدیجہؓ کے گوش گذار کئے[3] پچیس سال کی عمر تک آنحضورؐ تجارت ہی کرتے رہے۔ آپؐ نے شام، بصرہ، فلسطین، البحرین، کویت، مسقط اور عمان کے سفر کئے۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے ذاتی اوصاف اور تجارت میں حسنِ معاملہ سے متاثر ہو کر آپؐ کو شادی کا پیغام بھیجا جسے آپؐ نے اپنے چچا ابو طالب کے مشورہ سے قبول فرمایا۔ آپؐ کا خطبہ نکاح بھی ابوطالب نے پڑھایا تھا[4] قرآن مجید میں ہے ”وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى“[5] یعنی ہم نے آپؐ کو نادار پایا تو

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح۔ باب الوعد ص ۴۱۶ [2] طبقات ابن سعد۔ ج نمبر ۱، ص ۱۲۹ دار صادر بیروت

[3] سیرت ابن ہشام، ج نمبر ۱، ص ۱۲۱ [4] سیرت ابن ہشام۔ ج نمبر ۱، ص ۲۲۲

[5] القرآن۔ سورۃ الضحیٰ آیت نمبر ۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالدار بنا دیا۔ بعض روایات کے مطابق اس آیت میں حضرت خدیجہؓ سے نکاح کی طرف اشارہ ہے۔ شادی کے بعد تقریباً بارہ سال تک آپؐ تجارت کرتے رہے لیکن بعد میں طبیعت تنہائی پسند ہو گئی آپؐ گفتگو بہت کم فرماتے تھے اور زیادہ تر غور و فکر میں معروف رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کھانے کا کچھ سامان لے کر مکہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع غار حراء میں تشریف لے جاتے۔ سامان ختم ہو جاتا تو آپؐ واپس تشریف لے آتے کبھی کبھی تو یوں بھی ہوتا کہ حضرت خدیجہؓ خود اس مشکل مقام تک آپؐ کو کھانا دینے جایا کرتی تھیں۔ اسی غار میں چالیس سال کی عمر میں آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ نزولِ وحی کے بعد آپؐ نے تیرہ برس مکہ میں گزارے لیکن یہ دور مشکلات کا دور تھا اور کوئی خوشحالی نہ تھی۔ اسی دوران میں آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کا اور آپؐ کے خاندان والوں کا تین سال تک معاشرتی بائیکاٹ بھی کیا گیا یہ مدت آپؐ نے ساتھیوں کے ہمراہ شعب ابی طالب میں گزاری[۱] بعد میں جب بائیکاٹ ختم ہوا تو مسلمانوں پر اور بھی ظلم و ستم روا رکھے گئے انہی مظالم کو دیکھتے ہوئے اللہ کے حکم پر آپؐ نے بالآخر مسلمانوں کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی اور خود بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ عازمِ مدینہ ہوئے قرآن مجید میں ہے

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ[۲]

"اور جبکہ کافر آپؐ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپؐ کو قید کریں یا قتل کریں یا آپؐ کو وطن سے نکال باہر کریں اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے"

جب آپؐ مکہ سے نکلے تو آپؐ کے پاس کچھ بھی نہ تھا زادِ راہ کا انتظام بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کیا[۳] جب مدینہ پہنچے اور مسجد بنانے کا قصد کیا تو مسجد نبوی کے لئے دو یتیم بچوں سے خریدی جانے والی زمین کی قیمت بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ادا کی۔ مدینہ پہنچ کر آپؐ نے اس چھوٹی سی اسلامی ریاست کو مستحکم کرنے کی انتھک کوششیں فرمائیں اور اپنی معاشی حالت کی طرف کوئی توجہ نہ دی جس کی اصل وجہ آپؐ کی قناعت پسندی تھی۔

---

[۱] طبقات ابن سعد۔ ج نمبر ۱، ص ۲۰۹ [۲] القرآن سورۃ الأنفال آیت نمبر ۳۰۔

[۳] السیرۃ النبویۃ و اخبار الخلفاء، از ابو حاتم محمد بن احمد البستی ص ۱۳۰-۱۲۸ (مؤسسۃ الکتب الثقافیہ۔ بیروت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیاوی مال و دولت کے حصول کے لئے آپؐ نے کبھی بھی کوشش نہ کی بلکہ آپؐ کے پاس جو کچھ آتا اس کو بھی غرباء پر خرچ کر ڈالتے۔ بعض اوقات گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہ ہوتا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ[۱]

یعنی "آلِ محمدؐ نے دو دن تک سیر ہو کر جَو کی روٹی بھی نہیں کھائی"۔

آپؐ خود یہ دُعا فرمایا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا[۲]

یعنی "اے اللہ محمدؐ کا رزق ضرورت کے مطابق رکھ"۔

آپؐ کے لباس میں بھی ہمیشہ سادگی ہوتی خود فرمایا کرتے کہ:

اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ اَلْبَسُ كَمَا يَلْبَسُ الْعَبْدُ[۳]

یعنی "میں تو خدا کا بندہ ہوں اور بندوں کی طرح لباس پہنتا ہوں"

آپؐ کبھی ریشمی لباس نہ پہنتے لباس کے معاملہ میں قرآنِ مجید کی اس آیۂ مبارکہ کے مطابق آپؐ عمل کرتے جس میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَّ لِبَاسُ التَّقْوٰى[۴]

یعنی "اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے جو تمہارے پردے والے جسم کو چھپاتا ہے۔ اور موجبِ زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس اس سے بڑھ کر ہے"

آپؐ کسی بھی معاملہ میں نمائش کے قائل نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑوں کا خود خیال رکھتے بکریوں کا دودھ دوہ لیتے

۱؎ صحیح مسلم از مسلم بن حجاج القشیری ج نمبر ۲، ص ۴۰۹ ۲؎ صحیح مسلم از مسلم بن حجاج القشیری ج نمبر ۲، ص ۴۰۹ کتاب الزہد۔ (نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعہ الثانیہ کراچی)

۳؎ زرقانی شرح المواہب اللدنیہ ص ۲۔ القاہرہ

۴؎ القرآن سورۃ الأعراف آیۃ نمبر ۲۶۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسی طرح کے اور بہت سے دوسرے کام بھی کر لیتے آپؐ کی گھریلو زندگی بھی بہت سادہ تھی۔ گھر کے سامان میں ایک لکڑی کا پیالہ زیادہ تر کھانے پینے میں استعمال ہوتا تھا[۱] چمڑے کے گدے کا بستر جس میں کھجور کی چھال تھی بان کی چارپائی ٹاٹ کا بستر وغیرہ جیسی چیزیں شامل تھیں۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے جسم اطہر پر نشان دیکھے تو آبدیدہ ہو گئے آپؐ نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگے کہ قیصر وکسریٰ تو عیش کریں اور آپؐ کا یہ حال ہو آپؐ نے فرمایا "لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ" (ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے[۲]) آپؐ ہمیشہ ہی دنیا کی زندگی بے وقعتی اور آخرت کی بقا کو سامنے رکھتے ایک بار آپؐ نے انصار ومہاجرین کے لئے دعا کرتے ہوئے آخرت کا ذکر یوں کیا:

"اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَهْ فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ[۳]

یعنی "اے اللہ اصل زندگی تو آخرت ہی کی ہے انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما"۔

اگر کوئی چیز گھر میں ہوتی تو آپؐ سب سے پہلے اصحاب صفہ کا خیال کرتے۔ اسی طرح فتوحات کی صورت میں جو مال آتا اس کو آپؐ شام ہونے سے قبل تقسیم فرما دیتے ۷ھ میں جنگ خیبر ہوئی اور فدک کی زمین مسلمانوں کے قبضہ میں آئی تو آپؐ اس سے اپنی ازواج مطہرات کو ان کا خرچ دیتے[۴] آپؐ وفود کی مہمان نوازی کرتے اور اصحاب صفہ کے خرچ کا خیال کرتے۔ آپؐ نے لوگوں کو یہ سبق دیا کہ دنیا محض ایک مسافر خانہ کی مانند ہے اصل زندگی آخرت کی ہے لہٰذا اسی کے لئے ہمیں تیاری کرنی چاہیے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ[۵]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے اور اس کے عوض میں انہیں جنت ملے گی۔

---

[۱] ابن قیم الجوزیہ زاد المعاد مترجم حصہ اول انیس احمد جعفری ص۱۰۱۔ لاہور [۲] صحیح بخاری ومسلم، بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبیؐ ص۴۴۷ [۳] الجامع الصحیح للبخاری باب قول النبی لا عیش الا عیش الآخرہ ج نمبر۲۔ ص۹۴۹ نور محمد کتب خانہ کراچی۔ [۴] الجامع الصحیح للبخاری ج نمبر۱ ص۵۷۵ [۵] القرآن۔ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گویا دنیا کی تمام تکالیف کا بدل مؤمن کے لئے جنت کی صورت میں ہو گا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلعم کے پاس گئیں تاکہ آپ کو بتائیں کہ چکّی پیسنے کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں کو تکلیف یا زخم پہنچے ہیں لہٰذا وہ آپ کو کوئی لونڈی دیں۔ ان دنوں حضورؐ کے پاس کچھ لونڈیاں آئی تھیں۔ آپؓ آنحضورؐ کے گھر پہنچیں تو آپؐ موجود نہ تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اس بات کا ذکر فرمایا اور گھر واپس آ گئیں جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے یہ بات بتائی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ ہمارے ہاں تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں پر تھے ہم اپنے بستروں سے اٹھنے لگے تو فرمایا اپنی جگہ پر ہی رہو پھر آپؐ میرے اور ان کے یعنی حضرت فاطمہؓ کے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپؐ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک مجھے اپنے پیٹ پر محسوس ہوئی اور فرمایا کہ کیا میں آپ دونوں کو آپ کے سوال سے بہتر چیز نہ بتاؤں جب آپ بستروں پر جاؤ ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہا کرو۔ یہ تمہارے خادم سے بہتر ہے[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذاتی جائداد کوئی نہیں چھوڑی بلکہ ایک اصول بیان فرمایا کہ "لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ"[2] یعنی "ہم وارث نہیں بناتے ہیں جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں صدقہ ہوتا ہے" آپؐ یہ دعا بھی فرمایا کرتے کہ:

"اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ"

یعنی "اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکین ہونے کی حالت میں موت دے اور مساکین کے گروہ میں سے ہی اٹھانا"[3]

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی ایک جھلک تھی۔ آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کرتے وقت اور قرآن وحدیث میں غور فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے معاشی میدان میں بہت اصلاح کی۔ رزقِ حلال کی تاکید کی اور تجارت میں دیانت، رشوت کا خاتمہ، احتکار کی مخالفت، مزدور سے حسنِ معاملہ، انفاق فی سبیل اللہ، سود کی حرمت اور افلاس کے خاتمے کے متعلق آپؐ کے چند ارشاداتِ عالیہ درج ذیل ہیں:

---

[1] الجامع الصحیح للبخاری ص۵۳۰

[2] الجامع الصحیح للبخاری ج نمبر۱۔ ص۵۲۶

[3] ابن ماجہ۔ ترمذی بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۴۴۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ[1]

"کسب حلال، فریضہ الٰہی کے بعد سب سے اہم فریضہ ہے۔"

التَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ[2]

"امین اور سچا تاجر نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ ہوگا۔"

"اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ"[3]

"ذخیرہ اندوزی کرنے والا آدمی ملعون ہے۔"

"خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ يَدَيِ الْعَامِلِ اِذَا نَصَحَ"[4]

"بہترین کمائی ہاتھ کی کمائی ہے جبکہ کرنے والا خیر خواہ ہو۔"

"لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ"[5]

"آنحضورؐ نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔"

اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ[6]

"مزدور کی اجرت اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔"

"اَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ"[7]

"اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔"

"اِنَّ فِيْ اَمْوَالِكُمْ حَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ"[8]

"زکوٰۃ کے علاوہ بھی تمہارے مالوں میں حق ہے۔"

"اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهٖ"[9]

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو چھوڑتا ہے، جو مسلمان بھائی کی ضرورت کو پوری کر گیا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔"

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۲ [2] جامع الترمذی از ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ج نمبر ۱، ص ۱۷۹
[3] سنن الدارمی۔ ج نمبر ۱۔ ص ۱۶۵ [4] مسند احمد بن حنبل ج نمبر ۲۔ ص ۳۳۴ مصر [5] جامع الترمذی از ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی۔ ابواب الاحکام ج نمبر ۱، ص ۱۹۴ [6] مسند احمد از احمد بن حنبل ج نمبر ۵۔ ص ۱۵۶ مصر
[7] مؤطا امام مالک۔ کتاب الزکوٰۃ حدیث نمبر ۲۰ [8] جامع الترمذی از ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی کتاب الزکوٰۃ ج نمبر ۱ ص ۱۱۲ [9] متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ شریف۔ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص ۴۲۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اٰکِلَ الرِّبٰو وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَ
قَالَ ھُمْ سَوَآءٌ"[1]

آپؐ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر (سود کی) دستاویز لکھنے والے پر اس کے گواہوں پر اور پھر فرمایا کہ وہ سب برابر ہیں"

سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ آج تک ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے روگردانی کر کے کیا حاصل کیا ہے۔ نہ معاشی لحاظ سے استحکام ہے اور نہ ہی معاشرتی لحاظ سے امن و سکون بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم دوسروں کے دست نگر ہو گئے ہیں۔ اور اس کا بنیادی سبب قرآن سے روگردانی ہے۔ جیسا کہ حکم خداوندی ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا"[2]

"یعنی جو اللہ کے ذکر سے اعراض کر لیتا ہے اس کی معیشت تنگ ہو جاتی ہے"۔

ہمارے تمام مسائل کا حل صرف اس چیز ہی میں ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو اپنے لئے مشعلِ راہ سمجھیں۔ صحابہ کرام رضؓ کی مانند ایثار و قربانی کو اپنا وطیرہ بنائیں۔ قرآن مجید ہے کہ:

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ"[3]

"اگر بستیوں والے ایمان لے آئے ہوتے اور یہ بُرے کاموں سے بچے رہتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن انھوں نے تو جھٹلایا سو ہم نے ان کے کاموں کی پاداش میں ان کو پکڑ لیا"۔

اسی فرمان الٰہی کی تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے حدیث قدسی ہے کہ:

---

[1] صحیح مسلم از مسلم بن حجاج القشیری۔ ج نمبر ۲، ص ۲۱ باب الرّبا۔

[2] القرآن سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۲۴۔

[3] القرآن سورۃ الأعراف آیت نمبر ۹۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«لَوْ اَنَّ عِبَادِیْ اَطَاعُوْنِیْ لَاَ سْقَیْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّیْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَیْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ» [1]

یعنی "اگر میرے بندے میرے فرمانبردار بن جائیں۔ تو میں رات کے وقت (ان کی ضرورت کی بناء پر) ان پر بارش برساؤں۔ اور دن کے وقت سورج طلوع کر دوں۔ اور ان کو بجلی کی کڑک بھی نہ سناؤں (تاکہ ان کے آرام میں خلل نہ ہو")

یہ خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہربانی کی انتہا ہے کہ پانی کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔ اور آرام میں خلل بھی نہ واقع ہو۔ اور اگلے دن آرام سے اپنے کام میں بندے مصروف ہو جائیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سلسلے میں تاریخ کا ایک واقعہ بھی بیان فرمایا ارشاد نبویؐ ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص جنگل میں چل رہا تھا۔ اس نے بادل میں سے یہ آواز سنی "اِسْقِ حَدِیْقَةَ فُلَانٍ" یعنی فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو۔ اسی وقت بارش ہوئی اور پانی ایک طرف چل پڑا۔ وہ آدمی بھی پانی کے ساتھ چل پڑا۔ وہ پانی ایک باغ میں داخل ہوا۔ نام پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ اسی شخص کا باغ ہے جس کا نام اس نے بادلوں سے سنا تھا۔ اس نے اس شخص سے خدا تعالیٰ کی مہربانی کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک حصہ مسافروں (ضرورتمندوں) کے لئے رکھتا ہے۔ ایک حصہ اپنی ضرورت کیلئے اور ایک حصہ باغ پر ہی خرچ کر دیتا ہے [2] اور یہی ثمر ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کا۔ لیکن جو لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے انحراف کرتے ہیں ان کو خداوند باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوں متنبہ کیا ہے۔

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ [3]

"جو لوگ پیغمبرؐ کا حکم مانتے نہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ (دنیا میں) کوئی مصیبت ان پر نہ آن پڑے یا (آخرت میں تکلیف کا عذاب ان کو پہنچے"۔

[1] الصحیح للبخاری از ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری بحوالہ قرآن مجید مترجم آف کراچی عبدالستار صاحب دلوان اہل التقوی [2] الصحیح لمسلم بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۱۶۵

[3] قرآن مجید سورۃ النور آیۃ نمبر ۶۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج کے اس پُرفتن دور میں مسلمانوں کی بے راہ روی کا بنیادی سبب ہی یہ ہے کہ قرآن و سنت پر ترکِ عمل ہے۔ اور یہ ترکِ عمل ہی گویا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے وفائی کی ہے اور غیروں کے ساتھ رسمِ وفا ادا کی ہے، ورنہ آج بھی خدا تعالیٰ کی رحمتیں ہماری منتظر ہیں۔ ظفر علی خاںؒ نے درست فرمایا تھا کہ ؎[1]

سلیقہ مے کشی کا ہو تو کر سکتی ہے محفل میں!
نگاہِ مست ساقی مے کشی کا اعتبار اب بھی
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی
اگر سینے میں دل ہو اور تڑپ اسلام ہو دل میں
اتر سکتا ہے ابرِ رحمت پروردگار اب بھی!

[1] ظفر علی خان، دیوان۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ